روزمرہ، محاورہ، مقولہ اور ضرب المثل و کہاوت

ڈاکٹر ریحانہ کوثر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

Abstract

In this article some important terms of Urdu Language have been discussed. Although famous writers has written on this topic but their writings contain ambiguity. Perhaps they were not clear on this topic or they did not bother to go in the depth. The present writter has not only pointed out their faults but has also given to the picture its true face. Now the scene is out of the mist, and all the terms، ضرب المثل محاورہ، روزمرہ are distengushed From each other and stand with their individual identity.

روزمرہ:

نوراللغات میں روزمرہ اور بول چال کو ہم معنی قرار دے کر اس کے معنی و مفہوم کی یوں وضاحت کی گئی ہے۔

> ''ایک خاص قسم کی ترتیب الفاظ جو اہل زبان کی زبان پر ہو اور جس کے خلاف بولنا فصاحت[1] کے خلاف ہو (روزمرہ یا بول چال میں) الفاظ اپنے حقیقی معنی دیتے ہیں۔ مثلاً...... پانچ سات مرتبہ ہم تمہارے یہاں گئے...... اگر پانچ سات پر قیاس کر کے کوئی کہے...... تین پانچ مرتبہ ہم تمہارے یہاں گئے......تو غلط ہو گا...... جملے کی جو ترتیب یا الفاظ کا جو طریقہ استعمال اُردو زبان میں مقرر ہے۔ روزمرہ میں اس کی مطابقت لازم ہے (نسیم دہلوی) محبت ہو کسی سے یا عداوت......مزہ دے جائے گی جب دل سے ہو گی۔''
>
> ''کیا کہوں سال بھر میں ایک بار بھی لکھنؤ جانے کا موقع نہیں ملا'' (اس جملے میں اگر صرف ایک لفظ نہیں بدل کر ''نہ'' کر دیا جائے تو یہ روزمرہ کے خلاف ہو گا) جس طرح خاص موقع پر اہل زبان بے ساختہ الفاظ یا فقرے کہہ جاتے ہیں ان کو اُسی طرح استعمال کرنا ضروری ہے۔''[2]

برج موہن دتا تریہ کیفی نے روزمرہ کی یہ تعریف بیان کی ہے:

> ''روزمرہ بیان کے اس اسلوب اور بول چال کو کہتے ہیں جو اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں اس کے خلاف استعمال غلط سمجھا جاتا ہے جیسے:
>
> ''گوارا کی ضد''، ''ناگوارا لانا''، جب کہ روزمرہ ''ناگوار'' ہے۔

استفہام میں ''کون'' ذی روح کے لئے اور ''کون سا''، ''کون سی'' غیر ذی روح کے لئے روزمرہ ہے اس لئے یہ کہنا ''کون کتاب چاہیئے'' روزمرہ نہیں ''کون سی'' روزمرہ ہے۔

روزمرہ اور قواعد:

ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو کلام صرف اور نحو کی رو سے بالکل صحیح ہو وہ روزمرہ کی رو سے غلط ہوتا ہے جیسے:

(۱) اس کی چشم میں درد ہے

(۲) وہاں جا کر اُس کو کہنا کہ............

یہ دونوں کلام قواعد کی رُو سے صحیح ہیں لیکن روزمرہ چشم کی جگہ آنکھ اور اس میں ''کو'' کی جگہ ''سے'' چاہتا ہے۔

روزمرہ، محاورے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ محاورے میں قواعد کی پابندی کی لم نہیں ہوتی اور روزمرہ میں قواعد سے انحراف بھی چلتا ہے۔۳ مثلاً ''بے'' اور ''نا'' دونوں حرف نفی ہیں، گر یہ کہیں کہ ''آپ اس پر بے حق جھنجھلائے'' تو آپ نے قواعد کی توہین نہیں کی مگر یہ سنتے ہی روزمرہ قینچی تانتا ہے اور کہتا ہے ''ناحق کہو'' اسی طرح بے وقوف کو ناوقوف کہنا روزمرہ کے خلاف ہے اور یہ بھی ہے کہ کلام میں روزمرہ سے قدم قدم پر سابقہ پڑتا ہے اور محاورے سے کبھی کبھی۔''۴

مولانا حالی کے مطابق وہ کلام (مجموعۂ الفاظ، تراکیب) جو اہل زبان کی بول چال کے موافق ہو وہ روزمرہ ہے نیز روزمرہ کی پابندی جہاں تک ممکن ہو تقریر و تحریر اور نظم و نثر میں ضروری سمجھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ کلام میں جس قدر روزمرہ کی پابندی کم ہو گی اسی قدر وہ وضاحت کے درجے سے ساقط سمجھا جائے گا مثلاً ......کلکتہ سے پشاور تک سات آٹھ کوس پر ایک پختہ سرا اور ایک کوس پر مینار بنا ہوا تھا'' ...... یہ جملہ روزمرہ کے موافق نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ یوں ہونا چاہیے............''کلکتہ سے پشاور تک سات سات آٹھ آٹھ کوس پر ایک ایک پختہ سرا کوس کوس بھر پر ایک مینار بنا ہوا تھا'' ...... یا مثلاً......''آج تک اُن سے ملنے کا موقع نہ ملا'' ...... یہاں ''نہ ملا'' ...... کی جگہ ......''نہیں ملا'' ......چاہیے...... یا ......''وہ خاوند کے مرنے سے درگور ہوگئی'' ...... یہاں ......''زندہ درگور ہوگئی'' ...... چاہئے۔۵

محاورہ:

محاورہ کے ایک معنی تو وہی ہیں جو روزمرہ کے ہیں یعنی بول چال اور اسلوب بیان مثلاً دلّی کا محاورہ یا لکھنؤ کا محاورہ یعنی دہلی والوں یا اہل لکھنؤ کی بول چال کا اسلوب۔ گویا محاورہ سے مراد ہے کسی علاقے یا گروہ کے لوگوں کی بول چال کا اسلوب۔

حالی نے نہ جانے یہ کیسے لکھ دیا کہ......'' محاورہ مطلقاً بات چیت کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ بات چیت اہلِ زبان کے روزمرہ کے موافق ہو خواہ مخالف''۶ بات چیت کسی بھی گروہ کی ہو عامیوں کی یا اشراف کی وہ اپنے گروہ کے رزمرہ کے موافق ہو گی تو سمجھ میں آئے گی لہٰذا اُس کا اپنے گروہ کے روزمرہ کے موافق ہونا ضروری ہے۔ بہر حال محاورہ سے ایک تو روزمرہ ہی مراد ہے گویا یہ الفاظ ایک دوسرے کے متبادل و مترادف ہیں۔۷

حالی ہی کے بقول......''اصطلاح میں خاص اہل زبان کے روزمرہ یا بول چال، اسلوب بیان کا نام محاورہ ہے'' یہاں مولانا محترم نے پھر ٹھوکر کھائی ہے۔ محاورہ اصطلاح میں اہل زبان کے روزمرہ یا بول چال کا نام نہیں ہے۔

محاورہ ایک اعتبار سے تو روزمرہ ہی کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں ''اس سے مراد وہ کلام ہے جس کے لفظ اپنے معنی غیر موضوع لہ، میں استعمال ہوتے ہیں۔ محاورہ کم سے کم دوکلموں سے مرکب ہوتا ہے، محاورہ قواعد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرتا۔''۸

صاحب نوراللغات نے محاورہ کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے...... ''جب ایک یا کئی لفظ مصدر سے مل کر حقیقی معنی سے متجاوز ہو کر کچھ اور معانی دیں...... اس کو محاورہ کہتے ہیں'' مثلاً آگ پانی میں لگانا یعنی مزاج کو بھڑکا دینا۔ جہاں لڑائی نہ ہوتی ہو وہاں لڑائی کرا دینا، شرارت کرنا، فتنہ اُٹھانا۔ محاورے میں مصدر کے جملہ مشتقات استعمال ہوتے ہیں لیکن باقی الفاظ میں کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں ہے مثلاً بجائے سر سہرا رہنے کے سر پر سہرا رہنا نہیں کہیں گے۔ ۸الف

حالی کہتے ہیں کہ...... یہ ضروری ہے کہ محاورہ تقریباً ہمیشہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ میں پایا جائے کیوں کہ مفرد الفاظ کو روزمرہ یا بول چال یا اسلوب بیان نہیں کہا جا سکتا بہ خلاف لغت کے کہ اس کا اطلاق ہمیشہ مفرد الفاظ پر یا ایسے الفاظ پر جو بمنزلہ مفرد کے ہیں، کیا جاتا ہے مثلاً پانچ اور سات دو لفظ ہیں جن پر الگ الگ لغت کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر ان میں سے ہر ایک کو محاورہ نہیں کہا جائے گا بلکہ دونوں کو ملا کر جب پان سات بولیں گے تب محاورہ کہا جائے گا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ترکیب جس پر محاورہ کا اطلاق کیا جائے قیاسی نہ ہو بلکہ معلوم ہو کہ اہل زبان اس کو اس طرح استعمال کرتے ہیں مثلاً اگر پان سات یا سات آٹھ یا آٹھ سات پر قیاس کر کے چھ آٹھ یا آٹھ چھے یا سات نو بولا جائے گا تو اس کو محاورہ نہیں کہنے کے، کیوں کہ اہل زبان اس طرح نہیں بولتے یا مثلاً بلا ناغہ پر قیاس کر کے اس کی جگہ بے ناغہ اور ہر روز کی جگہ ہر دن، روز روز کی جگہ دن دن یا آئے دن کی جگہ آئے روز بولنا۔ ان میں سے کسی کو محاورہ نہیں کہا جائے گا کیوں کہ یہ الفاظ اس طرح اہل زبان کی بول چال میں کبھی نہیں آتے۔''۹

یہاں مولانا سے پھر چوک ہوگئی۔ وہ بات محاورے کی کر رہے تھے لیکن آخر میں مثالیں روزمرہ کی دے گئے۔ بلا ناغہ، ہر روز، روز روز، آئے دن یہ سب روزمرہ کی چیزیں ہیں۔ یہ اصطلاحی معنوں میں محاورے نہیں ہیں اصطلاح سے قطع نظر کر لیں تو کسی گروہ کے اسلوب بیان اور بول چال (یعنی روزمرہ یا محاورہ میں) میں کہاوت، مقولہ اور ضرب المثل، وہ سب کچھ شامل ہوتا ہے جسے وہ اپنی تقریر و تحریر میں استعمال کرتے ہیں۔

چنانچہ میر انشاء اللہ خان انشا نے دریائے لطافت کے باب سوم کی پہلی فصل...... ''دہلی کا روزمرہ اور محاورے وغیرہ''...... میں دہلی والوں کی بول چال کے سلسلے کے تمام اجزاء محاورے، روزمرے، کہاوتیں اور ضرب المثل سب جمع کر دئے ہیں۱۰ محاورہ کو اصطلاحی معنی میں نہ لیں تو کسی علاقے کی مکمل بول چال اس کے تحت آجاتی ہے اور یہ لفظ روزمّرہ کے مترادف یا متبادل کے طور پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا صحیح یہی ہے کہ ''اگر الفاظ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہوں اور ترتیب و ترکیب اہل زبان کے استعمال کے مطابق ہو تو اس کو اصطلاحاً روزمرہ کہا جاتا ہے اور اگر مجازی معنی میں مستعمل ہوں تو محاورہ...... گویا محاورے میں بنیادی بات یہی ہے کہ اس کے الفاظ اہل زبان کی ترتیب و ترکیب کے مطابق مجازی معنی میں استعمال کئے گئے ہوں۔''۱۱

حالی کے نزدیک ''اکثر محاورات کی بنیاد استعارہ پر ہوتی ہے مثلاً ''جی اچٹنا''...... اس میں ''جی'' کو ان چیزوں (میں سے کسی ایک) سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی سخت چیز پر لگ کر اچٹ جاتی ہیں جیسے کنکر، پتھر، گیند وغیرہ یا مثلاً ''جی بٹنا''...... اس میں ''جی'' کو ایسی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے جو منقسم اور متفرق ہو سکے۔ دل کملانا۔ آنکھ کھلنا۔ غصہ بھڑکنا۔ کام چلنا اور اسی طرح

ہزار ہا محاورے استعارہ پر مبنی ہیں۔''۱۲

محاورہ بالعموم اسم اور فعل سے مل کر بنتا ہے اس صورت میں کہ فعل اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے بعض اوقات محاورے میں شامل اسم اور فعل دونوں مجازی معنی میں استعمال ہوئے ہوتے ہیں۔ مثلاً ''کپڑے اتارنا'' کو اگر اس کے لغوی و حقیقی (موضوع لہٗ) معنوں میں استعمال نہ کیا جائے تو اس کے معنی ہیں اس طرح لُوٹنا کہ کچھ بھی باقی نہ چھوڑنا۔ اس محاورے میں شامل اسم (کپڑے) اور فعل (اتارنا) دونوں مجازی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

کیوں کہ کپڑے سے یہاں مراد اس کے حقیقی معنی، لباس، پہنے کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ مال و اسباب ہے اور اتارنا بھی حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوا کیوں کہ ''اتارنا'' کے معنی ہیں (۱) جسم کو ڈھانپنے والی چیزیں، جسم سے علیحدہ کر دینا (۲) کسی جسم کو اُوپر سے نیچے لانا مثلاً گھوڑے یا گاڑی سے سوار کو اتارنا، کھونٹی سے کپڑا اتارنا، کوٹھے پر رکھی ہوئی کرسی کو اتارنا (نیچے لانا)

''اتارنا'' مصدر سے مل کر بننے والے کچھ اور محاورات ملاحظہ ہوں۔ نقشہ اتارنا۔ نقل اتارنا۔ دل سے اتارنا۔ دل میں اتارنا۔ ہاتھ اتارنا۔ پہنچا اتارنا۔

ان سب محاورات میں افعال تو مجازی معنوں میں استعمال ہوئے ہی ہیں، اسما بھی حقیقی معنوں میں نہیں برتے گئے لیکن مندرجہ ذیل محاوروں میں کہیں اسما حقیقی (لغوی) معنوں میں استعمال ہوئے ہیں اور کہیں مجازی میں، جب کہ افعال سبھی مجازی معنوں کے حامل ہیں۔ غم کھانا۔ قسم کھانا۔ دھوکا کھانا۔ پچھاڑیں کھانا۔ ٹھوکر کھانا۔ محاورے میں شامل الفاظ میں سے فعل کا مجازی معنوں میں مستعمل ہونا ضروری ہے ورنہ الفاظ کے ایسے مجموعے کو محاورہ نہیں کہا جائے گا۔

پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی نے حالی کے اس دعویٰ کو کہ اکثر محاورات کی بنیاد استعارہ پر ہوتی ہے، تسلیم نہیں کیا۔ ان کا خیال ہے کہ استعارے کی جگہ تمثیل کہا جائے تو مضائقہ نہیں اور پھر چند ایسے محاورات پیش کئے ہیں جن کی بنیاد ان کے خیال میں تمثیل پر رکھی گئی ہے وہ محاورات یہ ہیں:

تین پانچ کرنا۔ اپنے ڈھائی چاول بھگارنا۔ آنکھیں آنا۔ آنکھیں چرانا۔ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ہتے چڑھنا۔ قلم توڑ دئے (دینا) اس کی باتیں مجھے ایک آنکھ نہیں بھائیں، دل آنا وغیرہ۔ یہ مثالیں پیش کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ان میں استعارہ شاید ہی کہیں ہو۔۱۳

جناب ''کیفی'' نے ''حالی'' پر اعتراض کرنے سے پہلے شاید غور سے کام نہیں لیا کیوں کہ اُنھوں نے محاورے کی جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی بھی محاورے کی بنیاد میں اگر استعارے کی کارفرمائی نظر نہیں آرہی تو تمثیل کی جھلک بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہی اور جہاں یہ جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ محاورہ نہیں، کہاوت ہے ''دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے'' محاورہ نہیں ہے کہاوت ہے اور اسے اس موقع پر بولتے ہیں جب انجام کی کچھ خبر نہ ہو۔ اور واضح نہ ہو کہ معاملہ کیا صورت اختیار کرے گا تب کہتے ہیں:

دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔۱۴

پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی نے جن کی ''زبان دانی'' کی بڑی شہرت ہے نہ جانے اپنی مشہور کتاب ''کیفیہ'' کو کس بے خبری کے عالم میں تصنیف فرمایا ہے کہ صرف مندرجہ بالا کہاوت ہی کو محاورے کے کھاتے میں نہیں ڈالا بلکہ دسیوں

ضرب الامثال کو محاورے کی ذیل میں لکھ گئے ہیں مثلاً، کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ درزی کی سوئی کبھی گاڑھے کبھی کم خواب۔ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ سو سنار کی ایک لہار کی۔ سوت نہ کپاس کولی سے لٹھم لٹھا۔ دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر۔ پاپ کی ناؤ بھر کر ڈوبا کرتی ہے۔ چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ۔ ایک کریلا دوسرے نیم چڑھا۔ آم کھانے ہیں کہ پیڑ گننے ہیں۔

جناب کیفی سے ضرب الامثال ہی کو محاورے کے کھاتے میں ڈالنے کی غلطی نہیں ہوئی اُنھوں نے رزمرہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے۔[۱۵] حیرت اس پر ہے کہ وہ ''کہاوت'' پر لکھتے وقت یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کہاوت اور محاورے میں بڑا فرق ہے کہ محاورہ کلام کا جزو بن کر اس میں جذب ہو جاتا ہے۔ کہاوت میں یہ قابلیت نہیں۔ یہ اگر حذف کر دی جائے تو کلام تام رہے گا۔ مثالیں:

جنگ کی وجہ سے وہ تجویز کھٹائی میں پڑ گئی (کھٹائی میں پڑنا)

کہاوت: بنک میں تو جو کچھ تھا ڈوبا ہی، آپ نے بھی تقاضا کرنا شروع کر دیا۔ سچ کہتے ہیں۔

(مرتے کو مارے شاہ مدار)

محاورے اور ضرب المثل کے اس واضح فرق کو جناب کیفی نہ صرف سمجھتے ہیں بلکہ بیان بھی کرتے ہیں کہ محاورہ جملے کا جز و بن کر کلام میں جذب ہو جاتا ہے جب کہ ضرب المثل یا کہاوت کسی کلام میں کہی گئی بات کو واضح کرنے کے لئے بالعموم آخر میں آتی ہے اور اسے حذف بھی کر دیں تو کلام مکمل رہتا ہے۔ اس سمجھ بوجھ کے باوجود وہ اس قسم کی ضرب الامثال کو محاورہ قرار دیتے ہیں۔ احمد کی پگڑی محمود کے سر۔ چونی بھی کہے مجھے گھی سے کھاؤ۔ خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

اے کاش وہ ان کہاوتوں کو محاورہ قرار دینے سے پہلے انہیں جملوں میں استعمال کر کے دیکھ لیتے۔ اگر وہ ایسا کر لیتے تو ان پر ان کی حقیقت کھل جاتی کہ یہ کلام میں جذب ہونے کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ ان کا عبارت میں وجود ویسا ہی ہوتا ہے جیسا گھی میں پانی کا کہ بظاہر ملا ہوا ہوتا ہے لیکن علیحدہ نظر آتا ہے۔ لہٰذا یہ ان کے اپنے بتائے ہوئے اصول کی رو سے ضرب الامثال یا کہاوتیں ہیں، محاورہ نہیں۔

ضرب المثل، مقولہ، کہاوت:

کہاوت (ضرب المثل یا مقولہ) اور محاورے کو اکثر گڈ مڈ کر دیا جاتا ہے یہ غلطی ایسی ہے کہ عامیوں کا تو کیا ذکر، پنڈت کیفی جیسے زبان دان اس کا شکار ہوئے ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں دکھایا جا چکا ہے کہ انہوں نے تیس سے زاید کہاوتوں کو محاورے کی ذیل میں رکھ دیا ہے۔ اُردو کے کچھ لغات میں بھی یہ خلط مبحث نظر آتا ہے مثلاً منیر لکھنوی کی مرتبہ ''محاورات ہندوستان'' میں محاوروں کے ساتھ ساتھ روزمرہ اور ضرب الامثال کو بھی جمع کر دیا گیا ہے۔ جناب منیر لکھنوی نے روزمرہ اور محاورے کی جو تعریف کی ہے وہ بھی ناقص اور الجھا دینے والی ہے۔

گذشتہ سطور میں روزمرہ اور محاورہ کے معنی و مفہوم اور ان کے باہمی فرق کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے امید ہے کہ ان لسانی اصطلاحات کے بارے میں کوئی ابہام باقی نہیں رہے گا۔ لہٰذا اب ضرب المثل، مقولہ یا کہاوت کے بارے میں ضروری معروضات پیش خدمت ہیں۔

ضرب المثل، دو لفظوں کا مجموعہ ہے (۱) ضرب (۲) مثل ...... یہ دونوں عربی کے الفاظ ہیں۔ ''ضرب'' کے بہت سے معانی آتے ہیں جن میں سے مشہور معنی مارنے کے ہیں۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے معنی ڈھالنے کے بھی ہیں۔ اسی اعتبار

سے اَلْضَّرْبُ اور اَلضِّرْبُ، مثل اور مشابہ کو کہتے ہیں کیوں کہ اس میں ایک بات دوسری بات کے قالب میں ڈھالی جاتی ہے۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلاً ۱۶ کے معنی ہیں۔''ان کے لئے ایک مثال بیان کرو، یعنی اس بات کو مثال دے کر واضح کرو۔ ۱۷

ضرب اور مثل کے معنوں کی اس وضاحت کے بعد آیئے اب دیکھتے ہیں کہ ضرب المثل سے اُردو میں کیا مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔ نورالحسن کاکوروی کہتے ہیں......''ایک یا چند جملے جو عرصۂ دراز سے کسی خاص موقع پر بطور مثال کے بولے جاتے ہیں اور اپنے لفظی معنی سے متجاوز ہو کر کچھ اور مضمون ادا کرتے ہیں............''مثل'' میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر جائز ہے لیکن مصدر کے تمام مشتقات کے ساتھ استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً ''ناچ نہ آئے (جانے) آنگن ٹیڑھا''......کی جگہ ''ناچ نہیں آیا آنگن ٹیڑھا بتانے لگے کہنا تصرف بے جا ہوگا۔ ۱۸

کہاوتوں کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی سطح کا عمدہ مقالہ لکھنے والے فاضل، ڈاکٹر یونس اگاسکر نے کہاوت یا ضرب المثل کی تعریف یوں کی ہے۔......''کہاوت، قدما کے طویل تجربات و مشاہدات کا نچوڑ وہ دانش مندانہ قول ہے جس میں کسی کی ذہانت نے زور بیان پیدا کیا ہو اور جسے قبول عام نے روزمرہ کی زندگی کا کلیہ بنا دیا ہو'' ۱۹

جناب کیفی کے نزدیک ضرب المثل کی بنیاد مسلمہ تمثیل یا تلمیح ہوا کرتی ہے اسے کہاوت بھی کہتے ہیں ۲۰

کسی زبان کی کہاوتوں کا مطالعہ اس زبان کے بولنے والوں کی تہذیب و معاشرت کو سمجھنے میں بہت مدد دیتا ہے اسے لئے اسے محاورہ پر شرف حاصل ہے۔ کہاوت یا ضرب المثل اور محاورے کے فرق کے بارے میں گزشتہ سطور میں مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ مقولہ سے کیا مراد ہے۔

''مقولہ''، وہ فقرہ یا جملہ ہے جو بوجہ عام کلیہ یا عمدہ نصیحت ہونے کے عام پسند ہو گیا ہو اس میں الفاظ حقیقی معنی سے متجاوز نہیں ہوتے اور نہ قدامت کی شرط ہے مثلاً بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال۔ باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔

ماخذ اور حواشی:

۱۔ فصاحت کی تعریف نوراللغات میں یوں کی گئی ہے۔''فصاحت۔ (ع) مؤنث۔ خوش بیانی، خوش کلامی۔ (اصطلاح علم معانی) کلام میں ایسے الفاظ ہونا جن کو اہل زبان بولتے ہوں۔ جس میں انوکھی ترکیبیں، ثقیل، بھدے غیر مانوس، مغلق، خلاف محاورہ الفاظ و مرکبات نہ ہوں۔''

۲۔ نورالحسن نیر کاکوری، نوراللغات جلد اول، کراچی: جنرل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۷ء، ص: ۶۹۷، ۶۹۸

۳۔ کیفی نے یہاں لکھا ہے......''روزمرہ، قواعد کے راستے سے ہٹ کر چلتا ہے''......ظاہر ہے کہ یہ بیان درست نہیں۔ روزمرہ نے قواعد سے ہٹ کر چلنے کی قسم نہیں کھائی ہوئی۔ روزمرہ میں قواعد کی پابندی ہوتی بھی ہے اور نہیں بھی ہوتی۔ لہٰذا صحیح یہ ہے کہ روزمرہ میں قواعد کی پابندی بھی ہوتی ہے اور انحراف بھی۔

۴۔ کیفی، برج موہن دتا تریہ۔''کیفیہ'' طبع دوم، لاہور: مکتبہ معین الادب، اُردو بازار، ۱۹۵۰ء، ص: ۱۷۶، ۱۷۷

۵۔ حالی، الطاف حسین۔ مقدمہ شعر و شاعری (مرتبہ) ڈاکٹر وحید قریشی لاہور: مکتبہ جدید، طبع اوّل ۱۹۵۳ء، ص: ۲۵۱۔۲۵۰

۶۔ ایضاً، ص: ۲۴۸

۷۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، بہ ذیل لفظ ''محاورہ'' لاہور: پاکستان میں پہلی اشاعت، سن ندارد، ص:۳۰۳

۸۔ برج موہن وتاتریہ کیفی، کتاب مذکور ص:۱۷۸

۸الف۔ نورالحسن کاکوروی، کتاب مذکور ص:۶۹۸

۹۔ حالی۔ الطاف حسین، کتاب مذکور ص:۲۴۸، ۲۴۹

۱۰۔ میر انشا اللہ خان انشاء۔ دریائے لطافت، ترجمہ برج موہن دتاتریہ کیفی، مرتبہ مولوی عبدالحق۔ انجمن ترقی اُردو، ہند، طبع دوم ۱۹۸۸ء ص:۱۰۵ تا ۱۲۶

۱۱۔ سید قدرت نقوی، لسانی مقالات حصہ اول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان طبع اول ۱۹۸۸ء، ص۲۳۱ (مقالہ بہ عنوان ''محاورات کی حقیقت'')

۱۲۔ حالی، الطاف حسین، کتاب مذکور ص:۲۴۸

۱۳۔ کیفی، برج موہن دتاتریہ، کتاب مذکور، ص:۱۷۸، ۱۷۹

۱۴(الف)۔ نجم الدین، نجم الامثال ص ۶۵۔ میرے پیش نظر ضرب الامثال کے اس لغت کا جو نسخہ ہے یہ استاد مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد احسان الحق کا مملوکہ ہے۔ اس کا سرورق اور آخری صفحہ نہیں ہے یعنی یہ کسی حد تک ناقص الاوّل و آخر ہے اس لئے اس کے ناشر کا نام اور سن و مقام اشاعت بتانا ممکن نہیں۔ کیفی نے کیفیہ میں ''کہاوت'' کے باب میں اس کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے۔

''اُردو میں کہاوتوں کا مجموعہ غالبًا سب سے پہلے مولوی نجم الدین دہلوی نے ۱۸۷۶ء سے پہلے نجم الامثال کے نام سے شائع کیا'' نجم الامثال کو جامع سمجھنا چاہیے۔ شاید ہی کوئی مثل مولف سے رہ گئی ہو'' (ص:۱۹۳)

(ب) ڈاکٹر شریف احمد قریشی......کہاوتیں اوران کا حکایتی و تلمیحی پس منظر، لاہور: ادارالنوادر، ۲۰۱۲ء، ص:۲۔۱۷۲۔۱۷۰

(ج) یونس اگاسکر، ڈاکٹر، اُردو کہاوتیں اور ان کے سماجی ولسانی پہلو، لاہور: نشریات، ۲۰۱۱ء، ص:۲۸۸

۱۵۔ جناب کیفی نے اپنی اس کتاب کے دسویں باب میں محاروں کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا ہے مثلاً حیوانی محاورے، اعضائی محاورے، نباتاتی محاورے، خورنوشی محاورے، پوشا کی محاورے وغیرہ اور ان عنوانات کے تحت محاوروں کے ساتھ ساتھ ضرب الامثال کو بھی گڈ مڈ کر دیا ہے دیکھیے کتاب مذکور ص: ۱۷۹ تا ۱۹۲

۱۶۔ سورۃ یٰسین، آیت ۱۳

۱۷۔ پرویز، غلام احمد۔ لغات القرآن جلد سوم، لاہور: طبع اوّل ۱۹۶۱ء، ص:۱۰۶۴، ۱۰۶۳

۱۸۔ نورالحسن کاکوروی۔ کتاب مذکور ص: ۶۹۸

۱۹۔ یونس اگاسکر، ڈاکٹر۔ کتاب مذکور ص: ۲۷

۲۰۔ کیفی، کتاب مذکور ص:۱۹۳